# پاکستان کے تعلیمی نظام کی تبدیلی۔ دھیرے مگر بھرپور

تنویر احمد

www.hamditabligh.net

## پیش لفظ

آج کا سیکولر منازل کی جانب تیزی سے گامزن پاکستان اور کل کا پاکستان ، کیا ایک ہی ہے ؟ یہ ہے وہ سوال جس سے پھر ان گنت سوالات کا ایک سلسلہ جنم لیتا ہے۔ اصولی طور پر پاکستان کے وجود کی دو بنیادیں ہیں ایک بنیاد خالصتاً نظریاتی ہے اور دوسری تہذیبی لیکن دراصل یہ دونوں ایک ہی تصویر کے دو رخ ہیں اور انہیں کسی صورت الگ الگ نہیں کیا جاسکتا۔ دونوں ہی ایکدوسرے کا اثر قبول کرکے تعمیر و تخریب کا شکار ہوتے ہیں۔

نظریاتی بنیاد سے رو گردانی تو ہم نے پاکستان کا وجود دنیا کے نقشے پر آتے ہی کر دی تھی اور اب تک کرتے ہی چلے جا رہے ہیں۔ وہ ایک نظریہ کہ جس کی بنیاد پر ایک قوم ایک ملت وجود میں آئی تھی اور جو اب انتشار کا شکار ہوکر اپنے ہی ہاتھوں اپنی شیرازہ بندی میں مصروف عمل ہے اور ذاتیت ، لسانیت ، علاقائیت وغیرہ جیسی عصبیت کا شکار ہو کر پارہ پارہ ہو رہی ہے ۔

رہ گئی تہذیبی بنیاد تو اسے ہماری جدیدیت پسندی نے اکھاڑ مارا ہے۔ ہماری اعلیٰ اقدار و خاندانی نظام ، جو ہماری تہذیب کا طرۂ امتیاز تھا ، صحیح و غلط جائز و ناجائز کی بحثوں میں کہیں کھو گیا ہے۔ ہم نے اپنی ترقی کی خواہش کو اس قدر زور آور کر لیا ہے کہ کل تک جو اچھا تھا وہ آج معیوب ہو گیا ہے اور کل تک جن نظریات و افعال و اعمال کو ہم خود برا جانتے تھے اور پہلو تہی کرتے تھے ، ہمارے آج کا لازمی جزو ہیں۔

تہذیب کے حصول و قائم رہنے کا ایک ہی طریقہ ہے اور وہ ہے درس و تدریس۔ اسکی پھر دو سطحیں ہیں اول خاندان کی سطح پر دوم درس گاہ کی سطح پر۔ خاندانی سطح غیر فعال اسی دن سے ہو گئی تھی جب ہم نے اپنے نظریات کو صحیح و غلط کی تعبیروں میں الجھا کر اپنے دین کو موم کی ناک بنا ڈالا ۔ اور صدیوں سے قائم تہذیب کو دوسری تہذیبوں کے سامنے زیر کر ڈالا۔ تدریسی سطح پر بھی ہماری ترقی پسندی اور دنیا کی دوسری قوموں کے خصائل اپنانے کی خواہش ہی دراصل ہماری بربادی و تباہی کا پیش خیمہ بنی اور اب ان دونوں سطحوں کے برگ و ثمرات ظاہر ہونے لگے ہیں ۔

آج اسی موضوع پر ہم احساس و فکر کی کچھ شمعیں جلا کر یہ جائزہ لیتے ہیں کہ پاکستان کے وجود کی بنیادوں میں کس حد تک دراڑیں واقع ہو چکی ہیں اور ان رخنہ اندازیوں کو کسطرح سیسہ پلا کر از سر نو مضبوط و مربوط کیا جا سکتا ہے ؟ یہ جائزہ دو حصوں پر مشتمل ہے پہلے حصہ میں نصابی تبدیلیوں کیلئے اندرونی و بیرونی کوششوں کو مختصراً بیان کیا گیا ہے دوسرے حصہ میں آغا خان یونیورسٹی بورڈ کے حوالے سے کچھ حقائق گوش گزار کیئے گئے ہیں۔

## حصہ اول
## پاکستان کی نظریاتی و تہذیبی اساس

پاکستان کا معرض وجود میں آنا جنوبی ایشیا کے دس کروڑ مسلمانوں کیلئے ایک نغمۂ جاں فزا تھا کیونکہ دنیا کے نقشے پر ان سب کو ہی ایک نعرہ ” پاکستان کا مطلب کیا لا الہ اللہ “ کی بنیاد پر ایک ملت ، ایک قوم سمجھا جاتا تھا۔ جسے اپنے لئے ایک قومی وطن Nation State کی تلاش تھی۔ ایسے میں ذاتیں ، مسالک ، لسانیت و علاقائی حدود کی باتیں کہیں بہت پیچھے رہ گئیں تھیں۔ 1947ء میں انہیں ایک وطن مل گیا جو گو کہ مسلمانوں کی پوری تعداد کو اپنے اندر نہ سمو سکا مگر خوشی و انبساط کی لہر ہر اس دل میں بھی محسوس کی گئی جو اسکی سرحد تک بھی نہ پہنچ سکا۔ جنوبی ایشیا کے تمام ہی مسلمان ملت اسلامیہ کی عظیم جدوجہد کے نتیجے میں حاسل ہونے والی اس نئی مملکت کو ملی امنگوں کا آئینہ دار اور تمام مظلوم مسلمانوں کا پشتیبان سمجھتے تھے اور وہ سب اسے عہد حاضر میں اسلامی حیاتِ اجتماعی کی زندہ و کامیاب تجربہ گاہ دیکھنا چاہتے تھے۔

جب یہاں ملت و قوم تھی تو اسکا وطن نہ تھا لیکن جب اسے وطن مل گیا تو وہ قوم و ملت کہیں گم ہو گئی۔ پاکستان بننے کے بعد یہاں علاقائی، نسلی ، لسانی اور سماجی شناخت خوب زوروں کیساتھ ابھاری گئی اور وہ ایک منفرد شناخت ” مسلم “ تحلیل ہو گئی۔ 1947ء سے قبل یہاں نہ کوئی قوم و ملت ” پاکستانی “ کے نام کی موجود نہیں تھی اور نہ کوئی ملک ” پاکستان “ کے نام کا صفحۂ ہستی پر اپنا وجود رکھتا تھا۔ یہاں بنگالی تھے ، پنجابی اور سندھی تھے ، پٹھان اور بلوچ تھے ، کشمیری اور آرائیں تھے ، جاٹ اور گجر تھے ، مری اور بگٹی تھے ، میمن اور سید تھے مگر پاکستانی نہ تھے۔ پاکستان کی تحریک نے ان مختلف النسل ، مختلف المزاج و مختلف اللسان آبادیوں کو اسلامی وحدت میں پرو دیا تھا انہیں یکجان کر دیا تھا۔

پاکستان بن جانے کے بعد ” مسلمان “ شناخت تو بے معنی ، بے حقیقت و بے جان کر دی گئی اور اس سے کم تر درجے پر پاکستانی شناخت کو سرکاری و غیر سرکاری سطح پر قائم کرنے کی کوشش کی گئی۔ یہاں تک بھی قابل تحسین ہوتا اگر اسکی بنیاد ” اسلامی روح “ سے بیگانہ نہ کیا جاتا۔ نتیجے کے طور پر وہی ہوا جو ہو سکتا تھا کہ ” سیکولر پاکستان “ بننے اور بنانے کے عمل نے ہماری اسلامی تہذیب کی تسبیح کو دانہ دانہ کر دیا۔ پاکستان کو امریکہ ، جاپان ، اٹلی ، فرانس ، انگلینڈ یا بھارت کی طرح کا ایک وطن بنانے کی طرف توجہ دی جانے لگی جہاں اتفاقاً مسلمان بھی رہتے ہیں۔

پاکستان کو اسکی روح ” اسلام “ سے خالی کرکے ممی بنانے کے عمل میں تہذیب کو ذرائع ابلاغ کی مادر پدر آزادی یا بے حیائی کے نشتر سے لہو لہان کیا گیا اور پھر اس سے بڑھ کر ، جسطرح ممی بناتے ہوئے ممی کے کاسۂ سر سے دماغ نکال کر مرکبات بھر دیئے جاتے ہیں بالکل اسی طرح تدریسی رجحانات سے اقدار کو نکال کر مختلف غیر مسلم نام نہاد ترقی یافتہ اقوام کے فلسفۂ بے راہ روی کے مرکب کو بھرنا ضروری سمجھا گیا۔ اسطرح پاکستان کی نظریاتی ممی سے نکلنے والی نسلیں گویا ان کے مطلوب ڈھانچے میں ڈھلی ڈھلائی نکلنا شروع ہو جائیں گی۔ جیسا کہ علامہ اقبالؒ نے ابلیس کی مجلس شوریٰ میں فرمایا :

تعلیم کے تیزاب میں ڈال اس کی خودی کو                ہو جائے ملائم تو جدھر چاہے ادھر پھیر

﴿ 2 ﴾

ہمارے ملک کی مقتدر قوتیں اور شخصیات یا تو عیار دشمنوں کی فکری رفیق ہیں اور پوری اسکیم کو خوب سوچ سمجھ کر ، اسکی روح و باطن سے مکمل آگاہی کے ساتھ اور شعوری طور پر وہ منصوبے پروان چڑھا رہی ہیں جن میں اس بات کی کوئی گنجائش ہی نہیں ہے کہ ملک و ملت کی نظریاتی اساس کیا ہے ؟ اجتماعی عقائد اور اخلاقیات کیا ہیں ؟ ملی شعور اور سماجی اقدار کے تقاضے کیا ہیں ؟ بلکہ ان سے ماورا ہو کر ملک کی تاریخ کی سب سے بڑی سرجری شروع کر دی گئی ہے۔ سوال یہ ہے کہ ان عوامل کے خارجی و اندرونی عوامل کیا ہیں ؟ اور گھر کے اپنے ہی چراغ آخر کیوں اور کیسے گھر پھونکنے کے در پہ ہیں ؟ اس کو سمجھنے کیلئے آیئے تاریخ کے ایک مختصر سفر کی راہ لیتے ہیں۔

یورپ جب نپولین بونا پارٹ کے زمانے میں ہونے والی طویل جنگوں اور لاکھوں انسانوں کے قتل و غارت کے بعد قدرے سکون میں آیا تو اسے گیارہویں اور بارہویں صدی کی صلیبی جنگوں کے دکھ و صدمے یاد آنے لگے۔ دنیا بھر کے عیسائی مشنریوں کو اس بات کا مکمل ادراک تھا کہ خواہ جنگ ہو یا تبلیغ ، مسلمانوں کو مذہب بدلنے پر مجبور نہیں کیا جا سکتا۔

1219ء میں سینٹ فرانس ، جب شدید خون ریز صلیبی جنگ کے بعد مصر پہنچا تو وہاں لوگوں نے اسکی اور اسکے ساتھیوں کی باتوں پر قطعی کوئی کان نہ دھرا اور مذہبی بحث میں حصہ لینے سے انکار کر دیا ۔ جس کا بدلہ اس نے اسپین اور مراکش کی آبادیوں میں تشدد اوردرندگی و وحشت سے لیا۔ یورپ کی چار بڑی سلطنتیں برطانیہ ، فرانس ، پرتگال اور ہالینڈ مسلمان ملکوں پر چڑھ دوڑیں۔ 1758ء میں بنگال کی فتح سے 1798ء کی ولندیزیوں ( ہالینڈ ) کے انڈیز کے علاقے پر کنٹرول سے لیکر 1956ء میں نہر سویز تک کی آبادی ان استعماری حکومتوں کے زیر اثر آ گئی۔ تاریخ اس بات سے اب پوری طرح با خبر ہے کہ یہ یورپی مہذب قومیں صرف تجارتی مقاصد اور توسیع سلطنت کیلئے ہی اپنی حدوں سے نہیں نکلی تھیں بلکہ ان کا مقصد ان منظم عیسائی مشنریوں کی مدد سے یہ بھی تھا کہ مسلم دنیا کو کیسے عیسائی بنایا جا سکتا ہے۔ اس مشترکہ ہدف کیلئے ان چاروں قوموں کے چرچ اکٹھے ہوئےاور انہوں نے پوری دنیا سے چھ علاقوں کو چنا ۔ ہندوستان ، انڈونیشیا ، مشرق وسطیٰ ، شمالی افریقہ ( یعنی مصر ، سوڈان ، مراکش وغیرہ ) ، افریقہ ( یعنی ایتھوپیا ، کینیا ، تنزا نیا وغیرہ ) ، چین اور دیگر علاقے۔ اس دوران انڈونیشیا میں حج پر جانے کی پابندی سے لیکر مسلمانوں پر ملازمت کے دروازے بند کرنے تک ، الجزائر میں جابجا گرجا گھر کھولنے سے لیکر کبائلہ کے علاقے میں کئی سو مشنریوں کو بھیجنے تک کیا کیا اقدامات نہ کئے گئے۔ گرائمر کانونٹ اسکول کھولے گئے لیکن 350 سال کی محنت کے بعد بھی چند ہزار لوگ عیسائی بن سکے ۔ اب پھر سر جوڑے گئے ، تحقیق ہوئی اور ایک راستہ ڈھونڈ نکالا گیا ۔

بقول گبز '' اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا کہ مسلمانوں پر کون حکومت کرتا ہے یہاں تک کہ شدید ترین مخالف حکمران بھی ان کو دین بدلنے پر مجبور نہیں کر سکا۔ البتہ تعلیم ایک ایسا شعبہ ہے جہاں سے ان پر حملہ کیا جا سکتا ہے ، کیونکہ مسلمانوں کا نظام تعلیم غیر رسمی ہے اور فاتح قوم کی مشنیری کا ساتھ نہیں دے سکتا۔ اس لئے یہ لوگ مجبوراً آپ کا دیا ہوا نظام تعلیم اپنائیں گے اور یوں ایک ایسی نسل تیار ہو جائے گی جو معاشرتی ، معاشی اور اخلاقی طور پر اسلام سے دور لیکن نام اور نسب کےاعتبار سے مسلمان ہو گی۔ ''

اس طرح جنوب مشرق ایشیا میں پہلا عیسائی مبلغ 1873ء میں '' ولیم کیرے '' بنگال آیا۔ وہ زراعت اور تعلیم کا ماہر تھا لہذا اس نے دونوں ہی شعبوں میں کام کیا اور صرف پچاس سال کے عرصے میں وہاں کے 83 گاؤں عیسائی ہو چکے تھے۔ 1857ء میں جب انگریز اس خطے پر بر سر اقتدار آئے تو اس زمانے کے نو آبادیاتی حاکم اس نتیجے پر پہنچے کہ اگر مسلمانوں کے ملکوں میں ایک ایسا تعلیمی نظام رائج کیا جائے جو ان سے ان کے اسلاف کی عقیدت اور اپنی اقدار سے محبت چھین لے تو آئندہ نسلیں ایسی ہوں گی کہ جنہیں مجلس شوریٰ جیسے الفاظ سے چڑ ہوگی اور پارلیمنٹ سے محبت ہوگی ، انہیں دو کمروں کے کچے مکان میں رہ کر آدھی دنیا پر حکمرانی کرنے والے فاروق اعظمؓ کا کردار صرف تذکرہ و قصیدہ گوئی کیلئے تو منظور ہوگا مگر اسے اپنانا پسند نہ ہوگا۔ انہیں محفلوں میں بیٹھ کر اپنے آباؤاجداد کا ذکر کرتے ہوئے تو شرم محسوس ہوگی مگر وہ رومیو ، سارتر ، جان آف آرک اور شیکسپیئر جیسے نام لیکر فخر محسوس کریں گے۔ ان کے ہیرو صحابہ کرامؓ ، طارق بن زیاد اور دیگر اکابر و اسلاف کی بجائے نپولین اور سیزر وغیرہ ہوں گے۔ اور پھر زیادہ نہیں صرف سو سال کے اندر ہی یہ ممکن ہو نے لگا اور ایک شرمندہ قسم کی مسلمان قوم بنتی چلی گئی۔

لیکن اس کے خاکستر میں کہیں کہیں کوئی چنگاری سلگتی رہی اور گویا کہ بھوسے کے ڈھیر میں اندر ہی اندر جذبوں کی آگ بھڑکتی رہی۔ یہ کرشمہ خواہ مسجدوں کے منبروں سے ماضی کے تذکروں سے ہو یا ہمارے نصاب تعلیم میں اسلام کی روح سے یا پھر دینیات ( جو اب اسلامیات ہے ) کے کسی بوڑھے استاد کی دعاؤں سے ، مگر پوری دنیا کو اسلام کے آتش زدہ وجود میں آگ کا دھواں نظر آنے لگا۔

اعداد و شمار جمع ہوئے تو ہنگامہ ہو گیا کہ گزشتہ پچاس سالوں میں مسلمانوں کی آبادی میں 235 فیصد اضافہ ہوا۔ سترھویں صدی میں افریقہ سے غلاموں کو پکڑ کر امریکہ لایا جاتا تھا لیکن ان بیچاروں میں سو افراد بھی ایسے نہ تھے جو حضرت بلال حبشیؓ کے دینی بھائی ہوں مگر آج یہی سو سے کم افراد ایک کروڑ ہو چکے ہیں۔ امریکہ میں مسلمانوں کے اضافہ کی شرح 25 فیصد ہے جبکہ یورپ میں 143 فیصد ، آسٹریلیا میں 257 فیصد ہے۔ 1996ء میں مسلمان ایک ارب اڑتالیس کروڑ تھے جبکہ 2005ء کے مطابق ایک ارب نوے کروڑ ہیں۔ پوری غیر مسلم دنیا میں کھلبلی مچ گئی ایک بار پھر پوری دنیا میں تحقیقی سطح پر غور و فکر شروع ہوا ۔ ورلڈ بنک کے تعلیمی فنڈ ، یو ایس ایڈ اور یونیسکو نے رپورٹیں مرتب کرنا شروع کر دیں اور تب ایک نئی حکمت عملی کے تحت گزشتہ بیس سال میں نئے نعرے تخلیق کئے گئے۔ انسانی حقوق ، حقوق نسواں ، بچوں کے حقوق ، فری مارکیٹ ، گلوبلائزیشن ، لبرلائزیشن ، وغیرہ وغیرہ ۔ اس کام کیلئے نعرہ یہ لگایا گیا کہ کیونکہ فاصلے سمٹ گئے ہیں دنیا ایک گلوبل ولیج بن چکی ہے لہذا پوری دنیا کی منڈیوں میں ، اسکولوں میں ، کارخانوں میں ، دفتروں میں ، اسپتالوں میں غرض کہ ہر ہر جگہ ایک ہی طرح کی اقدار اور روایات اور ماحول کو جنم لینا چاہیے۔ ہر خطے کے رہنے والے ایک ہی طرز پر بچوں کی پرورش کریں۔ ہر اسکول ایک ہی طرح کی عالمی اخلاقیات کی تعلیم

دے۔ ہر ملک ایک ہی ضابطۂ اخلاق و کاروباری معیار نافذ کرے۔ ورلڈ بنک کی رپورٹ Globalisation & Poverty اس سارے عمل کو تاریخی طور پر تین حصوں میں منقسم کرتی ہے ۔



پہلا حصہ Multi Culturalism ہے جو 1870ء سے شروع ہوا۔ دوسرا حصہ Pluralism ہے جو 1950ء سے 1980ء تک تھا اور تیسرا حصہ Globalisation ہے جو 1980ء سے شروع ہوا ، اس میں پوری دنیا تک اس نظام کو پھیلانا مقصود ہے۔ ان سارے منصوبہ سازوں کے نزدیک ایک نکتہ سب سے اہم تھا کہ جب تک تعلیم کے نظام کو حکومتی اختیار سے لیکر پہلے ایک غیر منظم اور پھر منظم قسم کے پرائیویٹ سیکٹر میں نہیں دے دیا جاتا ، یہ مسلہ حل نہیں ہو سکتا۔ یہ پرائیویٹ سیکٹر دنیا بھر کی تجارتی ڈیمانڈ کے مطابق لوگوں کو تعلیم دے گا اور حکومتوں پر تا حال موجود اخلاق و مذہبی دباؤ بھی ختم ہو جائے گا۔

اس وقت پاکستان میں ہزاروں تعلیمی ادارے ہیں جو گزشتہ بیس سالوں سے ایک ایسے ماحول کو جنم دینے کی کوشش کر رہے ہیں جہاں پڑھنے والوں کی ساری نگاہیں آکسفورڈ سے کیمبرج تک اور کولمبیا سے برکلے تک مرکوز ہیں۔ وہ اقبال ، اسماعیل میرٹھی اور الطاف حسین حالی کی نظموں کی جگہ نرسری Rhyms کی گود میں پروان چڑھتے ہیں۔

23 اپریل 1999ء کو برلن میں ایک کانفرنس منعقد کی گئی اور اس کا موضوع تھا ’’ مغربی اور اسلامی ملکوں کے تعلقات ‘‘ اس کانفرنس میں ایک برلن ڈیکلیریشن جاری کیا گیا جس کا مقصد تھا Global Wholesome, Global Unity, Global Mutuality ۔ اس میں کہا گیا کہ ہمیں پرائمری اور سیکنڈری تعلیم کی جانب توجہ دینی ہوگی اور ایک ایسے تعلیمی نظام کو مرتب کرنا ہوگا جو آسٹریلیا کے شہر سڈنی سے امریکہ کے شہر ہوائی تک ، ایک طرح کے ہیروز ، ایک جیسی اقدار اور ایک جیسی سوچ جنم دے ۔ اس کام کیلئے ڈونرز کے پیسوں پر پلنے والی NGOs کو سامنے لایا جائے گا۔ چالیس سے زائد سفارت خانوں نے اپنے سفارت خانے میں ایک ایک سیل قائم کر دیا جو ان NGOs کو امداد دینے لگے۔ انسانی حقوق ، حقوق نسواں ، گراس روٹ ، جمہوریت جیسے نعروں کو کان سننے لگے اور اس سے بڑھ کر اب یہ کہا جا رہا ہے کہ ان موضوعات کو نصاب میں شامل کیا جائے۔ اس سے ہوا یہ کہ وہ قوم جو انسانی حقوق کا چارٹر چودہ سو سال پہلے سرور عالم ﷺ کے خطبہ حجتہ الوداع کو سمجھتی تھی ، اسے بتایا و پڑھایا جانے لگا کہ 1995ء کی بیجنگ کانفرنس نے عورتوں کو حقوق دیئے۔ CRC نے بچوں کو حقوق دیئے۔ ایمنسٹی انٹرنیشنل نے انسانوں کو سب سے پہلے انسان سمجھا۔ اور یوں حکومتی سطح پر مختلف کاروباری ٹیکس اور دفعات کے باعث تعلیم ایک قابل فروخت اور مہنگی جنس بن گئی اور ایک محدود طبقے تک محدود ہو کر رہ گئی۔ اب اعلیٰ تعلیمی درسگاہوں کے دروازے غریبوں پر بند ہونے شروع ہو گئے۔ جبکہ ماضی قریب میں یہی دروازے لوگوں کے چندوں سے تعمیر ہوا کرتے تھے۔ علی گڑھ سے لیکر دیو بند تک اور انجمن حمایت الاسلام سے لیکر سندھ مدرستہ الاسلام تک ، جہاں قائداعظم سے لیکر علامہ اقبال ؒ تک سر شاہ سلیمان ؒ سے لیکر فیض احمد فیض تک وہ لوگ پڑھتے رہے جو نہ کانونٹ سے خائف تھے نہ ایچی سن اور گرائمر اسکولوں سے خوف کھاتے تھے۔ ایسی ہی بوریہ نشین درسگاہوں سے بو علی سینا نے جنم لیا اور دنیا میں طب کا باب کھلا۔ جابر بن حیان نکلا تو سائنس کی راہیں کھلیں۔ ابن الہیثم نے علم حاصل کیا تو ریاضی کے اصول متعین ہوئے۔ آج کی ترقی یافتہ ترین یونیورسٹی اس وقت تک علم کی سیڑھی پر قدم نہیں رکھ سکتی جب تک ان خاک نشینوں کی محنت و عظمت کو تعظیم نہ کر لیں۔ اب بھلا یہ حقائق ان سامراجیوں کو کسطرح گوارہ ہو سکتے ہیں جو پوری دنیا کو اپنے رنگ میں رنگنے کا خواب لئے پھرتے ہیں۔

یہ معاملات جاری تھے کہ نائن الیون آ گیا اور گویا کہ مغرب کیلئے گرم لوہے پر ضرب لگانے کا وقت آ گیا۔ امریکی دفتر خارجہ نے گیارہ ستمبر کے فوراً بعد لاکھوں ڈالر دیکر ’’ برو کنگز انسٹی ٹیوٹ ‘‘ کو ایک پراجیکٹ دیا کہ ’ ہم مسلمان ممالک میں تعلیم کے نظام کو کیسے درست کر سکتے ہیں‘ ستمبر 2002ء میں P. W. Singer کی سربراہی میں ایک رپورٹ بنائی گئی جس میں بتایا گیا کہ ہم کیسے مسمانوں سے ان کی اقدار دور کرا سکتے ہیں۔ اس ضمن میں پہلا کام یہ تھا کہ ’’ ان ملکوں کے نظام تعلیم سے ان حصوں کو نکا لنا تھا جن سے ان کے اسلاف کے کارناموں کی بو آتی ہو۔ لبرل تعلیم کا نعرہ سب سے اہم اور بنیادی ہے۔‘‘ یہ اپنی نوعیت کی پہلی رپورٹ ہے جس میں کھل کر کہا گیا ہے کہ ’’ امریکہ کی تمام این جی اوز اور پرائیویٹ تعلیمی اداروں میں لبرل اور مذہب سے بیگانہ لوگ موجود ہیں ، انکو ڈھیروں امداد دی جائے ، ان اداروں سے فارغ التحصیل طلبہ کو اسکالر شپ دیئے جائیں اور جن اداروں میں مذہبی لوگ شامل ہیں حکومت کے ذریعے ان کی معاشی ناکہ بندی کروائی جائے اور انہیں غیر فعال بنایا جائے۔ ‘‘ اس پالیسی کے نفاذ کے آغاز میں امریکہ کی بین الاقوامی ترقیاتی ایجنسی نے پاکستان کو کئی سو ملین ڈالر کی امداد کا اعلان کیا ، تاکہ تعلیمی میدان میں اصلاحات کی جائیں۔ یونیسکو کے اہم رکن اور ٹاسک فورس کے چیرمین ’ ہینری روسکی ‘ کو اس کام کیلئے مخصوص کیا گیا اور ورلڈ بنک کی رپورٹ میں پاکستان کے دینی مدارس کو کنٹرول کرنے کا راستہ دکھایا گیا۔

یہ تمام رپورٹیں اور زمینی و ملکی حقائق اس جانب اشارہ کررہے ہیں کہ آئندہ نسلوں کو ایسے سانچے میں ڈھالنے کیلئے جو رسماً تو مسلمان ہوں مگر عملاً یہود و نصاریٰ کے رنگ میں رنگے ہوئے ہوں ، فارمولا تیار ہی نہیں بلکہ اس پر کسی حد تک عمل بھی شروع ہو چکا ہے۔

وہ فارمولا ہے ’’ امریکہ + اس کے تابع حکمران + آغا خان بورڈ = اپنی تہذیب و اقدار سے بری الذمہ تابع و محکوم قوم‘‘

ہمارے آج کے حکمران اعلیٰ اس کمال اتاترک کو اپنا آئیڈیل قرار دیتے ہیں جس نے ترکی قوم کو مسجدوں اور اجتماعی مراکز سے محروم کر دیا۔ جہاں پردہ کرنے اور اذان کی پابندی لگائی گئی۔ اسلامی شریعت کی بجائے رومن لاء کو ملکی قانون قرار دیا گیا۔ وہ اعلانیہ یہ بھی لاف زنی فرماتے ہیں کہ میرے پورے خاندان میں صرف ایک داڑھی والا ہے ۔ پردہ اور داڑھی پسماندہ تصویر پیش کرتے ہیں ۔ جن لوگوں کو نیکر میں دوڑتی لڑکیاں اچھی نہیں لگتیں وہ اپنی آنکھیں اور ٹی وی بند کر لیں ۔ بسنت اچھا تہوار ہے ۔ اور بہت کچھ ------! اب اس پس منظر میں ہمارے نصاب میں جو تبدیلی نہ ہو وہ کم ہے۔

## اسلامی جمہوریہ پاکستان کے مسلمان دانشوروں کے نصاب تعلیم پر اعتراضات اور سفارشات

اسلام آباد میں واقع ایک غیر سرکاری ادارے ، سوشل ڈیویلپمنٹ پالیسی انسٹیٹوٹ (SDPI) نے پاکستان کے نصاب اور درسی کتب پر اعتراضات کرتے ہوئے ایک رپورٹ شائع کی ہے ، جسے اے ایچ فیروز اور احمد سلیم نے مرتب کیا ہے ۔ اس رپورٹ میں درج ذیل اعتراضات اور سفارشات کی گئیں ہیں :

اعتراضات

☆ محمد علی جناح کے نظریات اور تخلیق پاکستان کی وجوہ کا نصاب تعلیم سے تعلق ہی ختم کر دیا گیا ہے۔

☆ پاکستان کا پرچم اس بات کا مظہر ہے کہ یہاں مسلمانوں کے علاوہ بھی مذاہب کے لوگ رہتے ہیں لیکن درسی کتب میں اسے صرف مسلمانوں ہی کا ملک قرار دیا گیا ہے اور اسلامی ملک قرار دے کر گویا غیر مسلموں کو بے دخل کر دیا گیا ہے ۔

☆ جو لوگ مسلمان نہیں ، انہیں کافر کہہ کر ان کی تذلیل کی جارہی ہے۔

☆ دور حاضر کے مسائل کو یکسر نظر انداز کر کے درسی مواد کی نوعیت ایسی کر دی گئی ہے کہ جس سے طلبہ میں نہ تو آزادانہ غور و فکر جنم لیتی ہے اور نہ ہی indoctrination ( اپنے عقائد سے بغاوت )

☆ درسی کتب کو نفرت پیدا کرنے کا ذریعہ اور وسیلہ بنایا گیا ہے خاص طور پر ہندوؤں کے ساتھ نفرت پیدا کی گئی ہے جو اس خطے کے عوام کے امن و امان کیلئے سخت خطرہ ہے ۔

☆ درسی کتب میں جنگ و جدل ، جہاد و شہادت کی عظمت کو بڑھا چڑھا کر پیش کیا گیا ہے جبکہ اس سے ہماری نسلوں میں دہشت گردی پیدا ہو رہی ہے۔

☆ تاریخی حقائق کو مسخ کیا گیا ہے اور کئی جگہ حقائق نظر انداز کئے گئے ہیں ، مثلاً مطالعہ پاکستان اور معاشرتی علوم میں تحریک آزادی کے عنوان کے تحت نہرو ، گاندھی اور دیگر رہنماؤں کو یا تو یکسر ہی نظر انداز کیا گیا ہے یا پھر ان کرداروں کے ساتھ منفی تصورات منسلک کر دئے گئے ہیں ۔

☆ تقسیم ہند کے وقت مسلمانوں نے ہندوؤں اور سکھوں پر جو ظلم ڈھائے اسکا کہیں کوئی ذکر نہیں جبکہ ہندوؤں اور سکھوں کے مظالم کو بڑھا چڑھا کر پیش کیا گیا ہے ۔

☆ پاکستان کی تاریخ محمد بن قاسم سے شروع ہوتی ہے اور محمود غزنوی اور محمد غوری کا ذکر کرتے ہوئے اچانک ہی تحریک پاکستان پر پہنچ جاتی ہے۔

☆ ہماری تہذیب کے روشن میناروں مثلاً ٹیکسلا ، ہڑپہ ، موئن جو ڈارو اور بودھ ( گندھارا ) تہذیب کو مکمل طور پر نظر انداز کیا گیا ہے۔

☆ 1965ء کی جنگ کا سارا الزام بھارت کے سر ڈالا گیا ہے جبکہ شکست بھی اسے ہی اٹھانی پڑی ۔

☆ مشرقی پاکستان کے بنگلا دیش بننے کا الزام بھی بھارت کے سر کیا گیا ہے جبکہ ہمارے مسلمان فرمانرواؤں نے جو کچھ کیا اس پر مکمل پردہ ڈال دیا گیا ہے۔

☆ نظریۂ پاکستان کا تصور ، پاکستان بننے کے پچیس سال بعد کی تخلیق ہے جو اب پاکستان کے بچے بچے کے ذہن میں ٹھونسا جا رہا ہے ۔ جبکہ یہ ان حلقوں کی تخلیق ہے جو سرے ہی سے پاکستان بننے کے مخالف تھے۔

☆ دستور پاکستان کی شق 231 کی غلط ترجمانی کی گئی ہے اور قرآن کی تدریس غیر ضروری طریقے سے سب پر ٹھونسی جا رہی ہے جس میں غیر مسلم بھی شامل ہیں ۔

☆ قانون میں اگرچہ اسلامیات کی تعلیم غیر مسلموں کیلئے لازمی نہیں ہے لیکن اردو ، انگریزی ، معاشرتی علوم جیسے لازمی مضامین میں اسلامیات کے تصورات کی شرح بہت زیادہ ہے ۔ اسطرح غیر مسلم طلبہ بھی اسلامیات پڑھنے پر مجبور ہیں اور ہر طرف اسلامیات کے مضمون کو حاوی کر کے بس اسلامیات ہی پڑھانے پر زور دیا جا رہا ہے ۔

☆ جنرل ضیاء الحق کے اسلامی اقدامات کی تعریف کی گئی ہے اور مارشل لاؤں کو جائز قرار دیا گیا ہے۔

☆ 1947ء سے جنرل مشرف صاحب کی حکومت کی پالیسیوں میں تسلسل کے ساتھ پاکستان کو اسلامی ملک قرار دیتے ہوئے اس کے نظام تعلیم کو اسلامی رنگ میں رنگنے اور اسلامیات کی تعلیم کو لازمی قرار دینے پر زور بڑھایا گیا ہے۔

سفارشات

☆ وفاقی وزارت تعلیم کے curriculum wing کو توڑ دیا جائے کیونکہ اس ادارے سے کوئی توقع نہیں کہ وہ موجودہ نصاب میں کوئی تبدیلی لا سکے۔

☆ صوبوں میں موجود ٹیکسٹ بک بورڈ ختم کئے جائیں کیونکہ تعصب پر مبنی کتب یہی ادارے تیار کرتے ہیں۔

☆ کتابوں کی تصنیف و تالیف کو کھلا چھوڑ دیا جائے اور کتابوں کی طباعت و اشاعت بھی پرائیویٹ پبلشرز کو سونپ دی جائے۔

☆ نصاب کی تیاری کیلئے قومی سطح پر ایک بورڈ تشکیل دیا جائے جس میں آزاد سیکولر ذہن کے لوگ ، این جی اوز کے نمائندے اور غیر سرکاری دانشور شامل ہوں۔ یہ بورڈ صرف نصابی رہنما خطوط Curriculum Guidelines تیار کرے ۔

☆ نصاب میں مسلمان فاتحین کے ناموں کے ساتھ '' رحمتہ اللہ علیہ '' کے الفاظ پڑوسی ملک کیلئے باعث تکلیف ہیں لہذا انہیں حذف کیا جائے۔

☆ کتب کے آغاز پر بسم اللہ الرحمن الرحیم کے الفاظ نہ لکھے جائیں۔

☆ ملک کے تمام تعلیمی بورڈز کو آغا خان فاؤنڈیشن کے سپرد کیا جائے۔

## رینڈ کارپوریشن ، کیلی فورنیا کی نصاب تعلیم پر رپورٹ کے اقتباسات

افغانستان میں امریکی سفیر کی حیثیت سے شہرت پانے والے '' زلمے خلیل زاد '' کی آسٹریلین یہودی اہلیہ '' شرل بنارڈ '' نے کیلی فورنیا میں قائم ایک تھنک ٹینک '' رینڈ کارپوریشن '' کے تحت جمہوری اسلام Civil Democratic Islam کے عنوان سے ایک رپورٹ جاری کی ہے ، جس کے چند اقتباسات درج ذیل ہیں :

☆ پہلے مرحلہ میں ہمیں جدیدیت پسند قیادت کو آگے لانا ہو گا اور لیڈروں کیلئے رول ماڈل بنانا ہو گا ۔

☆ دوسرے مرحلے میں ہمیں اسلامی دنیا میں جمہوری معاشرے ( سول سوسائٹی ) کے فروغ کے اقدامات کی کوشش کرنی ہوگی ، اس مقصد کیلئے مقامی غیر سرکاری تنظیموں اور دیگر شہری اداروں کو آگے لانا ہوگا ، کیونکہ کسی بحرانی صورتحال میں انہی میں سے ایک جمہوری قیادت ابھر سکتی ہے۔

☆ ہمیں امریکی ، جرمن اور مغربی اسلام کو فروغ دینا ہوگا ، اس مقصد کیلئے افہام و تفہیم کی ضرورت پڑے گی ۔ ہمیں ہر صورت میں بنیاد پرستوں کی کھل کر مخالفت کرنی ہوگی اور جدت پسند عناصر کو سامنے لانا ہوگا۔

☆ اس مقصد کیلئے ہمیں عرب صحافیوں کی حوصلہ افزائی کرنی ہوگی تاکہ وہ کھل کر بنیاد پرستوں کی ذاتی زندگیوں اور عادات کے بارے میں کھل کر رپورٹنگ

کر سکیں۔



☆ ہمیں ایک معتدل اور خوشنما اسلام کے بارے میں پروپیگنڈا کرنا چاہئے اور اس حوالے سے ہر اس ملک ، خطے اور گروپوں کی حوصلہ افزائی ہونی چاہئے ، جو اس مقصد کیلئے تعاون کرے ۔

☆ اسکولوں میں نصاب میں جمہوری اسلام کے پیغام کو نمایاں کرکے شامل کیا جائے تاکہ بنیاد پرستوں کی تعلیمی نصاب پر قائم گرفت کو توڑا جاسکے ۔

☆ ہمیں انتہائی چنیدہ سیکولر عناصر کی بھرپور مدد کرنی پڑے گی اور بنیاد پرستوں کو ایک دشمن کے طور پر سامنے لانا ہوگا۔

☆ ہمیں اس بات کی حمایت کرنی ہوگی کہ اسلام میں مذہب اور ریاست کا آپس میں کوئی تعلق نہیں یہ الگ الگ ہیں ، نیز اس بات کو ماننے سے ایمان پر کوئی حرف نہیں آتا۔

## حکومتی اقدامات اور ان کے اثرات

حکومت نے جدید عصری تقاضوں سے ہم آہنگ کرنے کیلئے نصاب میں تبدیلی کا تین سالہ پروگرام بنایا جس کی منظوری کابینہ نے 2002ء میں دی تھی۔ 2003ء سے 2005ء کے عرصے میں پہلی جماعت سے دسویں جماعت کے نصاب میں تبدیلی وقوع کی گئی تھی اور اب بھی یہ عمل بتدریج جاری ہے۔ اس کے ساتھ ہی ملک کے تمام تعلیمی بورڈز کو آغا خان فاؤنڈیشن کے سپرد کر دیا گیا۔

ذیل کی سطور میں حکومتی اقدامات کے تحت نصابی تبدیلیوں کو دو حصوں میں پیش کیا جارہا ہے ۔ پہلے حصہ میں کتابوں میں واقع ہونے والی معمولی تبدیلیوں کو درج کیا جائے گا اور دوسرے حصہ میں آغا خان فاؤنڈیشن کے پس منظر ، مقاصد اور اثرات پر بحث کی جائیگی۔

اسلام آباد کے وفاقی اسکولوں میں والدین ، اساتذہ کی تنظیموں کے اجلاس میں حکومت کی ہدایت پر مشتمل ایک سرکلر تقسیم کیا گیا جس کے مطابق اسلام آباد کے وفاقی اسکول ، بیکن ہاؤس اور سٹی اسکول کو آغا خان فاؤنڈیشن کے ماتحت کر دئے گئے ہیں ۔ مذکورہ اسکولوں کے اساتذہ کو ایک سر کلر کے ذریعے بتا دیا گیا ہے کہ " اسلامیات کا مضمون اسکولوں میں پڑھایا تو ضرور جائے گا لیکن اس کا امتحان نہیں لیا جائے گا نہ ہی اس کے نمبر دیئے جائیں گے۔ وفاق کے علاوہ چاروں صوبوں میں آغا خان فاؤنڈیشن کے دفاتر کھل چکے ہیں لیکن ابھی سرکاری سطح پر کسی اسکول کو اس سے الحاق کیلئے پابند نہیں کیا جا رہا۔

نئے نصاب میں ہونے والی تبدیلیاں

☆ مطالعہ پاکستان کے 2003ء تک کے پہلے باب ' پاکستان کی نظریاتی اساس ' میں تحریر تھا " نظریہء پاکستان کی بنیاد اسلامی نظریہ ہے " جبکہ 2004ء سے شائع ہونے والے ایڈیشن میں تحریر ہے " نظریہء اسلام ، نظریہء پاکستان کی بنیاد ہے "۔

☆ اسی مضمون کے 2003ء تک کی اشاعت میں تحریر تھا " مسلمانوں نے ہندوؤں سے آزادی حاصل کرکے پاکستان بنایا " جبکہ 2004ء سے شائع ہونے والے ایڈیشن میں تحریر ہے " مسلمانوں نے اپنے ہم وطنوں سے آزادی حاصل کی "۔

☆ مسلمان فاتحین جیسے سلطان محمود غزنوی ، محمد غوری اور دیگر بلکہ شاہ ولی اللہؒ ، مجدد الف ثانیؒ ، حضرت سخی سرورؒ ، شیخ سرہندیؒ اور دیگر صوفیاء کرام و مشائخ عظام کے ناموں کے آگے سے رحمتہ اللہ علیہ کے الفاظ حذف کر دئے گئے۔

☆ قیام پاکستان کے موقع پر پنجاب کی تقسیم کے دوران سکھوں اور ہندوؤں کے ہاتھوں مسلمانوں کے قتل عام ، لوٹ مار اور خواتین کی بے حرمتی کا ذکر حذف کر دیا گیا ہے۔

☆ صوبہ سرحد کو پاکستان کا حصہ بنانے نیز سرحدی گاندھی خان عبدالغفار کی آزاد پختونستان کی سازش کو ناکام بنانے کیلئے مسلم لیگ نے جو تاریخی جدوجہد کی تھی ، وہ باب بھی ختم کر دیا گیا۔

☆ پچھلی کتاب کے دو ابواب ' پاکستان اور عالمی امور ' اور ' پاکستان اور اسلامی دنیا ' کو سرے ہی سے ختم کر دیا گیا ہے ۔ ان ابواب میں مسلئہ کشمیر و فلسطین ، مسلئہ قبرص ، عرب دنیا سے پاکستان کے تعلقات اور عالم اسلام کے استحکام و سربلندی کیلئے پاکستان کی کوششوں ، اسلامی سربراہی کانفرنس کی تشکیل اور اس تنظیم کے تمام اجلاسوں کی تفصیل وغیرہ شامل تھی۔

☆ مطالعہ پاکستان کی نئی کتاب میں دیئے گئے پاکستان کے نقشے میں کشمیر کا نام کہیں نظر نہیں آ رہا۔

☆ قائد اعظم محمد علی جناح سے برطانوی صحافی نکولس کا انٹرویو ، قرار داد لاہور اور نشان حیدر حاصل کرنے والوں کی فہرست بھی غائب ہے۔

☆ جماعت دہم کی انگریزی کی کتاب ایڈیشن 2004ء کے سرورق پر چھاپی گئی تصویر ہندوستانی فلم " محبتیں " کی ٹائٹل تصویر ہے ۔

☆ انگریزی کی کتاب میں ایک اسکالر کے قلم کی سیاہی کو شہید کےخون سے افضل قرار دیا گیا ہے۔

☆ انگریزی کی کتاب ایڈیشن 2004ء ( فیڈرل بک بورڈ ) کی کتاب میں سے طارق بن زیاد ، فیصل مسجد اور عظیم قربانی ( جس میں حضرت ابراہیمؑ اور حضرت امام حسینؓ کی دین کی خاطر قربانیوں کا ذکر تھا ) کے اسباق نکال دئے گئے اور ان کی جگہ دو حصوں پر مشتمل ایک Love Story شامل کر دی گئی ہے جس کا نام ہے Model Millionaire ۔

☆ کتاب کے سبق نمبر سات میں میثاق مدینہ کے پانچ نکات دئے گئے ہیں اور مولف نے ان نکات کا یہ مفہوم بیان کیا ہے کہ مسلمان اور یہودی متحد ہوکر کام کریں ، ایکدوسرے کو سپورٹ کریں اور یہ کہ دونوں برابری کی حیثیت رکھتے ہیں ، یہودیوں سمیت تمام اقلیتوں کو اسلامی ریاست میں تبلیغی سرگرمیوں کی اجازت ہونی چاہیئے۔

☆ نہم اور دہم کی اردو کی کتاب کے ایڈیشن 2004ء سے پیش لفظ کے یہ الفاظ بھی یکسر ختم کر دئے گئے ہیں کہ " کتاب کے مولفین نے کوشش کی ہے کہ اس میں کوئی ایسا مواد شامل نہ ہو جو اسلامی تصورات ، اخلاقی اقدار اور نظریہء پاکستان کے منافی ہو " اور ان کی جگہ تحریر ہے کہ " قومی خواہشات ، مطالبات ، توقعات اور سب سے بڑھ کر نئے پن کی خواہش نے ہمیں نئے نصاب کو لانے اور پرانے نصاب کو تبدیل کرنے پر مجبور کیا ہے۔ "

☆ نئی نصابی کتب کے آغاز سے **بسم الله الرحمن الرحيم** کے الفاظ کا بھی خاتمہ کر دیا گیا ہے۔

☆ حضرت محمد ﷺ کی حیات طیبہ کے واقعات پر مشتمل مولانا سلمان ندویؒ کا مضمون " اسوۂ کامل " سرے سے ختم کر دیا گیا ہے اور اسکی جگہ حضرت عمر فاروقؓ کی سیرت پر مشتمل مولانا شبلی کی کتاب سے ایک مضمون کے کچھ اقتباسات شامل کئے گئے ہیں جن میں حضرت عمر فاروقؓ کو ایک زندہ دل شخصیت ثابت کرنے کی کوشش کی گئی ہے اور اس بات کو بھی واضح طور پر لکھا گیا ہے کہ وہ گانا سننے کے رسیا تھے۔

☆ ساتویں جماعت کی اردو میں کی گئیں تبدیلیاں درج ذیل ہیں :

| نکالے گئے اسباق | تبدیل کیئے گئے اسباق |
|---|---|
| ☆ حضرت عائشہؓ | ☆ اردو زبان کی کہانی |
| ☆ ملی ترانہ | ☆ جادو کی مشعل |
| ☆ فتح مکہ | ☆ زیارت کی سیر |
| ☆ اکبر الہ آبادی | ☆ ابتدائی طبی امداد |
| ☆ ہمارے اسلاف | ☆ آؤ خط لکھیں |
| ☆ بابا شکر گنجؒ | ☆ شہر نے کہا گاؤں نے کہا |
| ☆ قومی پرچم کے آداب | ☆ مکڑا اور مکھی ( نظم ) |

| | |
|---|---|
| ☆ پاکستانی بچے ( نظم ) | ☆ ہم نے سائیکل خریدی |
| ☆ علامہ اقبالؒ | ☆ دیہاتی عورت |
| ☆ علم | ☆ جب وہ نرس بنی |



☆ چھٹی جماعت کی اردو کی کتاب کے درج ذیل اسباق میں رد و بدل ہوا :

| نکالے گئے اسباق | تبدیل کیئے گئے اسباق |
|---|---|
| ☆ اسلام کا پہلا تیر انداز | ☆ صبح سویرے |
| ☆ حضرت خدیجہؓ | ☆ کسٹم آفیسر |
| ☆ رحم دلی کا صلہ | ☆ گوادر ایک اہم تجارتی بندرگاہ |
| ☆ انوکھی جنگ | ☆ لندن سے ایک خط |
| ☆ شمس العلماء مولوی نذیر احمد | ☆ میری ڈائری |
| ☆ شہید وطن | ☆ ڈزنی لینڈ کی سیر |
| ☆ مولانا ظفر علی خانؒ | ☆ مفید عمل |
| ☆ سید احمد شہیدؒ | ☆ فٹ بال |
| ☆ کوہ صفا پر حضور ﷺ کا قریش سے خطاب | |
| ☆ صلاح الدین | |

## دوسرا حصہ

## آغا خان یونیورسٹی بورڈ

☆ اکتوبر 1999ء میں اقتدار حاصل کرنے والے افراد نے کئی قسم کے بیرونی دباؤ قبول کیئے اوراپنے تو اپنے انہوں نے تو دشمنوں کو بھی کئی حوالوں سے حیرت میں ڈال دیا۔ اسلام آباد کے باخبر حلقے تسلیم کرتے ہیں کہ دسمبر 2000ء کے بعد استعماری مفادات کی حامل این جی اوز نے بڑی تیزی سے مختلف وزارتوں اور پالیسی ساز اداروں میں اپنا عمل بڑھایا ہے۔

☆ 2001ء سے حکومت نے بڑی تیزی سے ایجوکیشن سیکٹر ریفارم کے نام پر سال بہ سال چھوٹی چھوٹی تعلیمی پالیسیاں جاری کرنا شروع کر دیں۔ حالانکہ اس سے پہلے تعلیم کے حوالے سے یہ طے تھا کہ پالیسی واضح طور پر مشتہر کی جائے گی۔

☆ 2002ء میں آغا خان یونیورسٹی بورڈ کو رات کی تاریکی میں پاکستان بھر کے تعلیمی مستقبل کا مستقل مالک بنا دیا۔

☆ اکتوبر 2002ء میں عام انتخابات کے ذریعے قوم نے اپنے نمائندے چن لیئے اور 8 نومبر 2002ء کے روز وہ سیاہ سورج طلوع ہوا کہ جس دن اس قوم و ملت کے راہبر ہی اسکے رہزن بن گئے اور جناب صدر پاکستان جنرل مشرف نے اپنے دستخطوں سے ایک غیر معمولی آرڈیننس (CXIV / 2002 ) منظور کیا جسے '' گزٹ آف پاکستان '' کے صفحات 1731 تا 1735 پر دیکھا جا سکتا ہے۔ یہاں تعلیم اور آغا خان بورڈ کے حوالے سے چند شقیں درج کی جا رہی ہیں :

☆ مزید ہر گاہ ہ : آغا خان یونیورسٹی ، پاکستان کے اندر اور باہر تعلیم کی ترقی کو مشن کے طور پر اپنائے ہوئے ہے ............. مذکورہ یونیورسٹی ضروری بصیرت ، مہارت ، تجربہ اور متعلقہ انتظامی صلاحیت رکھتی ہے۔

☆ ہر گاہ کہ : آغا خان یونیورسٹی نے حکومت پاکستان کو قومی مفاد میں اعانت فراہم کرنے پر آمادگی ظاہر کی ہے ، جسے سرکاری و نجی سطح پر باہم شراکت فراہم کی جائے گی۔
لہذا صدر پاکستان 14 اکتوبر 1999 ء کے ہنگامی حالت کے نفاذ کے حکم اور عبوری دستور کے حکم نمبر 9 , 1999 کے تحت حاصل کردہ اختیارات کے تحت درج ذیل آرڈیننس جاری کرتے ہوئے خوشی محسوس کرتے ہیں :

آرٹیکل (1) اس آرڈیننس کو '' آغا خان یونیورسٹی ایگزامی نیشن بورڈ 2002ء کہا جائے گا۔

آرٹیکل(2) یہ پورے پاکستان پر محیط ہو گا۔

آرٹیکل(3) یہ فوری طور پر نافذ العمل ہوگا۔

☆ آغا خان یونیورسٹی ، وقت ، طریق کار کے لحاظ سے اپنی کلی صوابدید پر آغا خان امتحانی بورڈ قائم کرے گی۔

☆ آغا خان یونیورسٹی ، اپنے کلی اختیار ( Sole Discretion ) کےتحت امتحانی بورڈ کو پرائیویٹ امیدواروں ، پاکستان سے باہر غیر سرکاری اسکولوں اور ان کے طالب علموں کو امتحانات کی پیشکش قبول کرنے کی ہدایت کرسکتی ہے۔ جس کیلئے شرائط کا تعین آغا خان یونیورسٹی کے وضع کردہ ضابطوں کے تحت کیا جائے گا۔

☆ وفاقی حکومت پاکستان کے زیر انتظام اسکولوں اور ان کے طالب علم بشمول اسلام آباد کے وفاقی علاقے ، وفاق کے زیر انتظام قبائلی ( فاٹا ) شمالی علاقہ جات ( فاٹا ) اور چھاؤنیوں کے علاقے ، امتحانی بورڈ کے امتحانات کو طے شدہ شرائط پر اختیار کر سکتے ہیں۔

☆ امتحانی بورڈ ، قومی نصاب کی روشنی میں کام کرے گا۔

☆ آغا خان یونیورسٹی کے وضع کردہ طریق کار کے مطابق امتحانی بورڈ اپنے امتحانات کے حدود کو سرکاری اسکولوں تک وسعت دینے کا مجاز ہوگا ، جس کیلئے وفاقی یا صوبائی حکومتوں سے اجازت درکار ہوگی۔

☆ امتحانی بورڈ کو معقول حد تک امتحانات کی فیسیں عائد کرنے کا اختیار ہوگا۔

☆ اس آرڈیننس کے تحت نیک نیتی کیئے گئے تمام کام کسی قسم کی عدالتی دعوؤں اور قانونی کاروائیوں سے محفوظ ہوں گے۔

جنرل پرویز مشرف ( صدر )

بعد ازاں امریکی ادارے '' USA Agency for International Development '' نے آغا خان یونیورسٹی سے 13 اگست 2003ء کو ایک معاہدہ کراچی میں کیا۔ جس پر امریکی سفیر نینسی پاول اور آغا خان یونیورسٹی کے نمائندے قاسم لاکھا نے دستخط کیئے۔ اس موقع پر وفاقی وزیر تعلیم زبیدہ جلال ( جنھیں امریکی حکومت '' ونڈرفل لیڈی '' کے طور پر یاد کرتی ہے ) ، سندھ کے سابق وزیر تعلیم عرفان اللہ مروت بطور سرکاری گواہ موجود تھے۔ اس معاہدہ کی رو سے امریکی حکومت نے آغا خان یونیورسٹی کو اپنے امتحانی بورڈ کی تعمیر و ترقی کیلئے 450 لاکھ ڈالر عطا کیئے۔ اس تقریب میں امریکی سفیر نے یہ '' خوشگوار '' اعلان بھی کیا کہ ' جب تک بورڈ اپنے پیروں پر کھڑا نہیں ہو جاتا اسے امداد دی جاتی رہے گی '۔

2005ء کے آغاز میں ، حکومت نے ان تمام وعدوں کو پس پشت ڈال کر ، کہ آغا خان بورڈ تو بنیادی طور پر نجی تعلیمی اداروں کیلئے ہے ، سب سے پہلا وار وفاق کے زیر انتظام تعلیمی اداروں پر کیا گیا۔ لیکن والدین اور اساتذہ کی انجمن نے اس امر کی شدید مخالفت کی جس کے بعد یہ منصوبہ بنایا گیا کہ پہلے والدین کو اختیار دیا جائے گا کہ وہ ایک ہی تعلیمی ادارے میں رہتے ہوئے اپنے بچے کو آغا خان بورڈ سے امتحان دلانا چاہتے ہیں یا نہیں۔ ترغیب کے طور پر سرکاری سطح پر مختلف ہتھکنڈے جس میں آغا خان بورڈ سے فارغ التحصیل طالب علموں کو آسانی سے بیرون پاکستان داخلہ کا ملنا ، پوری دنیا میں رائج سیمسٹر سسٹم کو چھوڑ کر دو سالوں کا اکٹھا امتحان لینا وغیرہ شامل ہیں۔ پھر دوسرے مرحلہ میں تمام اسکولوں اور طالب علموں کو آغا خان بورڈ سے الحاق کرنا ہوگا۔ آغا خان بورڈ نے الحاق کیلئے جو شرائط نامہ تیار کیا ہے اس میں شق نمبر 3.3 کے مطابق کہا گیا ہے کہ ' اسکول لازمی طور پر اسی نصاب کو اختیار کرے گا ، جسے آغا خان یونیورسٹی بورڈ جاری کرے گا'۔ اب اس بات کو ایک دوسرے زاویہ سے دیکھیں ۔ آغا خان بورڈ نے میٹرک کیلئے اسلامیات کے جس نصابی خاکے کو جاری کیا ہے ، اسکے ابتدائیہ میں یہ بات کہی گئی ہے کہ '' نصاب پاکستان کے نصابی شعبے کی ہدایات کی روشنی میں تیار کیا جائے گا۔ '' لیکن اس کے صفحہ پانچ پر یہ اعلان کیا گیا ہے کہ '' قومی مقاصد کے مطابق ، اسلامیات کا نصاب وضع کرنے کیلئے ، زیتونہ یونیورسٹی ، تیونس سے رہنمائی لی جائے گی۔ '' یقیناً اس لئے کہ وہاں کے ماڈریٹ اور روشن خیال کلچر میں نماز ، روزے سے نجات اور ڈانس پارٹیوں کی ، شراب کی فراوانی ہے۔ مسلمان حجاب زدہ عورت پر اعلیٰ تعلیم و ملازمت کے دروازے بند ہیں۔ آغا خان بورڈ نے جو اسلامیات کا خاکہ تیار کیا ہے اس میں کوئی قرآنی متن خوردبین سے بھی دکھائی نہیں دیتا۔

یہ ساری باتیں ایک جانب ، کسی سرکاری ادارہ کو پرائیویٹ ادارہ کے ماتحت کرنا بھی غیر قانونی ہے۔

یوں گویا کہ امت مسلمہ کے اس خداداد ملک بے نظیر کی آئندہ نسلوں کی تربیت کو ان ہاتھوں میں دے دیا گیا ہے کہ جن کا نہ ہماری اقدار سے کہیں دور کا بھی واسطہ ہے نہ تہذیب سے ۔ اور تو اور ہمارے اور انکے عقائد میں کئی آسمان حائل ہیں لہذا ضروری ہے کہ جن کے ہاتھوں میں اس قوم کے مستقبل کے معمار تیار کرنے کی ذمہ داری دی گئی ہے کچھ ان کے عقائد و نظریات پر بھی ایک نظر ڈال لی جائے۔

## آغا خان فاؤنڈیشن.........ایک تعارف

آغا خان بورڈ وسیع و عریض ( Agha Khan Development Network ( AKDN کا ایک چھوٹا سا جز ہے لہذا آغا خان بورڈ کا جائزہ لیتے ہوئے اس کے پورے نیٹ ورک پر بھی ایک نگاہ ڈال لینا ضروری ہے۔ AKDN کے جاری کردہ کتابچہ کے صفحہ آٹھ کے مطابق نیٹ ورک کی بنیاد خدمت کی اس روایت میں پنہاں ہے جس کا مشاہدہ شیعہ امامیہ اسماعیلی مسلمانوں نے کیا۔ اس کتابچہ کے صفحہ آخر پر AKDN کے جو اجزائے ترکیبی دیئے گئے ہیں انہیں درج ذیل کے چارٹ میں دیکھا جا سکتا ہے۔ اس نیٹ ورک کے کئی ذیلی اداروں کو انیسویں صدی کے اواخر میں اسماعیلیوں کے اڑتالیسویں امام سلطان محمد شاہ ، جو سر آغا خان سوم کی حیثیت سے معروف ہیں ، نے جنوبی ایشیا اور مشرقی افریقہ میں اسماعیلی کمیونٹی کے ضروریات پوری کرنے کیلئے کیا۔

سر آغا خان سوم نے آغا خان کمیونٹی کے پہلے اسکول کیلئے صوبۂ بلوچستان کے دور افتادہ مقام گوادر کا انتخاب کیا۔ جہاں 1905ء یعنی سو سال سے یہ اسکول اپنے ظاہری و پوشیدہ مقاصد کی تکمیل میں مصروف ہے۔ ہمارے ملک کا شمالی علاقہ ان کا سب سے بڑا مرکز بن چکا ہے جس میں تقریباً پچیس ہزار سے زائد طلبہ آغا خان ایجوکیشن سروسز کے پونے دو سو اسکولوں میں زیر تعلیم ہیں۔ اس کے بعد تقریباً دس ہزار طلبہ زیریں سندھ یعنی کراچی ، حیدرآباد ، سلطان آباد اور میر پور ساکرو میں زیر تعلیم ہیں۔ کراچی میں پہلا اسکول کھارادر میں 1926ء میں دوسرا اسکول گارڈن کے علاقہ میں 1939ء میں اور تیسرا کریم آباد میں 1965ء میں قائم کیا گیا۔ پورے صوبہ پنجاب میں " سب کیلئے تعلیم " کا نعرہ لگانے والوں نے صرف ایک ہی اسکول قائم کیا وہ بھی حافظ آباد کے دور افتادہ علاقہ میں۔

## آغا خانی عقائد اور اسلام

اگرچہ آغا خانی مسلمان ہونے کا اقرار کرتے ہیں لیکن ان کے مذہبی عقائد قرآن و سنت کی روشنی میں جانچنے پر آپ بھی ملاحظہ فرمائیں کہ کسقدر گھناؤنی صورت واضح ہوتی ہے۔

☆ اسماعیلیوں کا کلمہ شہادت

اسماعیلی ایسوسی ایشن برائے افریقہ ، کینیا کی 1963ء میں شائع کردہ اسماعیلی دعاؤں کی کتاب میں درج اسماعیلی کلمہ شہادت حسب ذیل ہے :

**لا اله الله محمد الرسول الله علی امیرالمومنین علی الله**

ترجمہ : نہیں ہے کوئی معبود اللہ کے سوا ، محمد ﷺ اللہ کے رسول ہیں ، علی امیرالمومنین اللہ سے ہیں

یہاں علی سے مراد آغا خان کو لیا جاتا ہے۔ اس ضمن میں کہا جاتا ہے کہ حضرت مولیٰ مرتضٰی علی میں خدائی نور ہونے کی وجہ سے اور حضرت علی کا مبارک نام لینے سے خدائی نور کی شناخت ہوتی ہے۔ علی اللہ یعنی اللہ میں سے علی ہیں یا علی میں خدا کا نور ہے ( نعوذ باللہ )



☆ درج بالا کتاب میں اسماعیلیوں کا سلام کچھ اس طرح ہے۔
' یا علی مدد ' ہمارا سلام ہے۔
' مولیٰ علی مدد ' سلام کا جواب ہے۔

☆ امام حاضر کی تصویر کو سجدہ کرنے کے بارے میں ان کا دعویٰ ہے کہ " ہم امامی اسماعیلی امام حاضر کی تصویر کو سجدہ نہیں کرتے ہیں بلکہ امام حاضر میں جو خدا کا نور ہے اس کو سجدہ کرتے ہیں۔"

☆ مرشد یعنی حاضر امام کو ہر بات کی خبر ہوتی ہے ۔

☆ حاضر امام اگر یہ کہے کہ مہر یعنی امام کی تصویر کی بجائے شراب کو سجدہ کرو تو سجدہ کرنا چاہیئے۔

☆ مرتضٰی علی بزرگ ہیں ان کے فرمان ماننے چاہئیں کیونکہ وہ خود اپنی قدرت سے گناہ بخش کر جنت میں بھیج سکتے ہیں۔( معاذ اللہ )

☆ جو لوگ علی کو دل سے مانیں گے ، ان کی آل اولاد میں اضافہ ہوگا اور وہ فلاح پائیں گے۔ اسی وجہ سے نر علی کی اطاعت و عبادت کرنا ، اسی نر جی کی دشون ( دسواں حصہ ) اگر آپ نر علی کو دیتے رہے تو آپ کی آل اور مال میں برکت ہوگی اور وہ یعنی علی آپ کا ایمان سلامت رکھے گا۔ اس لیئے کہ ہمارا نر علی ( پوری کائنات کا ) خالق مطلق ہے۔ ( معاذ اللہ )

حوالہ : گینا مومن چیتا منی ، از سید امام شاہ " مقدس گینانوں کا مجموعہ " شائع کردہ ایچ آر ایچ دی آغا خان اسماعیلیہ ایسوی ایشن برائے ہند ، ممبئی

☆ اسی کتاب کے صفحہ 102 پر یہ تحریر درج ہے :

" آسمان سے بادل آئیں گے ، ادھر ادھر برسیں گے ، یہ سب مولا علی کے ہاتھ میں ہے جس نے ساری کائنات پیدا کی اور سب کا رب وہی ہے۔"

☆ اسی کتاب کے صفحہ 106 تا 107 پر اور بھی زیادہ شرکیہ و مبالغہ آرا لاف زنی کی گئی ہے ، چند جملے صرف حقیقت حال کی وضاحت کیلئے درج کرنے کی جسارت کی گئی ہے :

" نبی محمد ﷺ نے یہ بتلایا کہ بھائی فرشتو آپ کو ایک اچھی بات بتاتا ہوں ، جب علی پیدا ہوئے تو انھوں نے اپنا تعارف مجھ سے خود ہی کرایا کہ وہی تو ( یعنی علی ) پوری کائنات کے خالق ہے ۔ اسی لئے علی کو صحیح اللہ کہتے ہیں۔ مولا علی کی قدرت لامتناہی ہے۔" ( معاذ اللہ )

☆ پیر شمس الدین ، اسماعیلی فرقہ کی سرکاری دستاویز ' گنان برہم پرکاش ' مطبوعہ اسماعیلی ایسوی ایشن فار انڈیا ، ممبئی کے صفحہ 296 اور 297 پر یہ بکواس لکھتے ہیں کہ " اس کلجگ میں خداوند عالم کا ظہور انسانی جسم میں ہے اور وہ ساری روحوں کا شہنشاہ ہے یعنی وہ امام حاضر ہے ۔ اس دنیا میں جو مومن پہلے تھے اور جو مومن آج ہیں اور جو مومن آئندہ ہونگے ، یہ سب مومن شاہ پیر یعنی امام کی عبادت کرتے تھے ، کرتے ہیں اور کرتے رہیں گے۔"

☆ کتاب کلام الہٰی اور فرامین امام صفحہ 54 پر تحریر ہے " امام کا ظہور اللہ کا ظہور ہے جسکی پہچان اللہ کی پہچان ہے جس کی بندگی اللہ کی بندگی ہے جس کی حمد اللہ کی حمد ہے جس کی بیعت اللہ کی بیعت ہے اور جس کی فرماں برداری اللہ کی فرمانبرداری ہے۔ " ( معاذ اللہ )

☆ اسماعیلی بچوں کیلئے اسماعیلی مذہبی بورڈ کی طرف سے تدوین شدہ کتاب ' لکھشا مالا ' کے سبق 4 صفحہ 11 میں درج ہےکہ " امام حاضر پیر شاہ ہیں ، پیر شاہ مطلب نبی اور شاہ مطلب علی ہے ، ہمارے پہلے پیر حضرت محمد ﷺ ہیں۔ ہمارے پہلے امام حضرت علیؓ ہیں ۔ جنھوں نے اسماعیلی عقیدے کے مطابق حضرت محمد ﷺ کو رسول مقرر کیا ( نعوذ باللہ ) ۔ ہمارا انچاسواں امام حضرت مولانا شاہ کریم آغا خان الحسینی ہے اور پچاسواں پیر حضرت مولانا شاہ کریم الحسینی ہے۔"

☆ کلام مبین نامی کتاب کا فرمان نمبر 530 ہے کہ " آپ جانتے ہیں کہ انسان کی زندگی اور دنیا ہر وقت بدلتی رہتی ہے ۔ ہر چیز بدلتی رہتی ہے جس میں ہدایت امام حاضر ہی دے سکتے ہیں ، اسماعیلیوں کے پاس ہدایت کیلئے کوئی لکھی ہوئی کتاب نہیں ، مگر ہدایت کیلئے زندہ امام ہے۔ " ( معاذ اللہ )

☆ مقدس گنان کا مجموعہ از پیر صدرالدین مطبوعہ اسماعیلیہ ایسوی ایشن برائے بھارت ، ممبئی ، کے صفحہ 14 گنان نمبر 3 میں لکھا ہے کہ " ہندو بھی روئیں گے برہمن جوتشی بھی روئیں گے ، ملا اور قاضی بھی قرآن پڑھنے کے باوجود روئیں گے ، اپنی کٹیا میں بیٹھے جوگی بھی روئیں گے ، جھوٹے سنی کتے بھی روئیں گے کیونکہ ان کو شاہ برحق ( امام ) کی حفاظت نصیب نہ ہوئی ، یہ سب گمراہ لوگ پیر کو نہ پہچاننے کی وجہ سے روئیں گے۔ بس وہ نہیں روئیں گے جنہیں ست گر ( امام ) مل گیا۔ " ( معاذ اللہ )

☆ آغا خانی اسماعیلیوں کی تاریخ نامی کتاب کے صفحہ 143 -- 175 پر بحوالہ سکھشا مالا نمبر 3 ، منظور شدہ درسی کتب برائے ریلیجیئنائٹ اسکولز ، مطبوعہ اسماعیلیہ ایسوی ایشن برائے انڈیا ، ممبئی ، میں درج ہے کہ " قرآن شریف کی صحیح سمجھ اور اس کے چھپے بھیدوں کے صحیح معنی اور صحیح عل امام حاضر کو ہی ہوتا ہے۔ امام حاضر ناطق یعنی بولتا ہوا قرآن ہے ۔ امام کا ہاتھ خدا کےہاتھ کے برابر ہے ، امام کا چہرہ خدا کے چہرے کے برابر ہے اگر عقیدت سے امام کا دیدار کیا تو خدا کا دیدار ہوا۔ " ( معاذ اللہ )

☆ مندرا نامی کچھ کے ایک چھوٹے سے قصبے میں آغا خان سوم نے ایک فرمان جاری کیا ، یہ فرمان گجراتی زبان کی کتاب " کچھ نافرمان " کے صفحات نمبر 28 اور 29 پر دیکھ جا سکتا ہے " جب نبی ﷺ نے اس دنیا سے رحلت فرمائی تو انہوں نے پیر امام حسن کو اپنا جانشین مقرر کیا اسی طرح مرتضٰی علی

نے اپنے بعد امام حسین کو اپنے بعد امام مقرر کیا۔"



☆ حقیقت اسماعیلیہ یا اسماعیلی طریقت از اکبر علی ، مہر علی مترجم سید تنظیم حسین مطبوعہ ادارہ مطبوعات تکبیر کراچی ، صفحہ 54 پر اسماعیلی تعلیمات و عقائد میں حضرت علیؓ اور نبی ﷺ کی تخلیق کائنات سے پہلے بھی ہندو دیوتاؤں وشنو اور برہما کے اوتار کی حیثیت سے بار بار تجسیم کی بنیاد متذکرہ بالا پیروں سے منسوب یہی عجیب و غریب و خیالی دعوے کیئے گئے ہیں۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ وہ پیر جو ہندوستان آئے وہ ' نور محمدی ﷺ ' یعنی برہما کے حامل تھے اور آغا خان ( سابق و موجودہ ) وشنو کے اوتار ہیں۔ رام اور کرشن بھی دیوتا کے اوتار تھے۔ ( معاذ اللہ )

☆ اسماعیلی مبلغ ابو علی اے عبدالعزیز کی کتاب ' اسماعیلیت کی مختصر تاریخ ' کے صفحہ 73 کے حوالے سے مترجم اکبر علی ، مہر علی انے اپنی کتاب آغا خانی اسماعیلیوں کی تاریخ کے صفحہ 61 - 62 پر درج کیا ہے کہ " 19 رمضان المبارک 559ھ بمطابق 10 اگست 1164ء کو مولانا امام حسن علی نے یوم القیامتہ کا اعلان کیا ۔ دنیا کے کونے کونے سے ہزار ہا اسماعیلی اس اہم دن کی تقریب میں شرکت کیلئے جمع ہوگئے ، امام نے فرمایا ' میں نے آج آپ کو شریعت میں اس کا مطلب واضح کر دیا ہے میں آپکو شریعت کی پابندیوں سے نکال کر روح کی طرف لاتا ہوں۔ میرا کہا مانو اور میرے فرمانوں پر عمل کرو ، اپنا روزہ توڑ دو اور مزے کرو ، آج خوشی اور تشکر کا دن ہے۔ " ( معاذ اللہ )

☆ یہ فرمان بھی 30 جولائی 1899ء کو جاری کیا گیا تھا کہ اسماعیلی ابھی تک اصل قرآن کی آمد کا انتظار کر رہے ہیں۔ حقیقت اسماعیلیہ یا اسماعیلی طریقت از اکبر علی ، مہر علی مترجم سید تنظیم حسین مطبوعہ ادارہ مطبوعات تکبیر کراچی ، صفحہ 110 ۔

☆ گنان مومن چیتا منی مولف سید امام شاہ اسماعیلی آفیشل پبلی کیشنز صفحہ نمبر 95 پر درج ہے کہ " قرآن کے چالیس پارے ہیں ، جس میں تیس پارے اس دنیا میں ہیں اور باقی دس پارے امام کے گھر میں ہیں ۔ ان دس پاروں کو ' اطہر وید ' کہتے ہیں۔ امام کی زبان یہی دس پارے ہیں۔"( معاذ اللہ )

☆ آغا خان نے ہندوستان میں راجکوٹ کے مقام پر 20 فروری 1910ء کو ایک فرمان جاری کیا جو گھوگی زبان کی ایک خانگی فرمان نامی کتاب میں نقل کیا گیا ہے ، جسے حقیقت اسماعیلیہ یا اسماعیلی طریقت از اکبر علی ، مہر علی مترجم سید تنظیم حسین مطبوعہ ادارہ مطبوعات تکبیر کراچی ، صفحہ 105 - 106 پر درج کیا ہے کہ " مستقبل کا مطلق فکر نہ کرو اور اس بارے میں بھی مطلق فکر نہ کرو کہ آخرت میں جنت میں جاؤ گے یا دوزخ میں کیونکہ یہ تمام امور ، جنت اور دوزخ ( دینا ) میرے ہاتھ میں ہیں۔ " ( معاذ اللہ )

☆ " کسی بھی اسماعیلی کے چہرے پر زندگی میں اور اسکی میت پر یا اس کی تدفین کے بعد اس کے کسی عزیز کے چہرے پر آغا خان کے نمائندے آب شفا چھڑکنے کو ' چھینٹا ' کہتے ہیں۔ ایک اسماعیلی عام طور پر ایک اسماعیلی اپنی زندگی میں دو ہزار سے پانچ ہزار بار چھینٹا لیتا ہے اور مرنے کے بعد تقریباً بارہ تیرہ بار یہ چھینٹا لیتا ہے اور ہر بار اسکی مقررہ فیس کی ادائیگی لازمی ہوتی ہے۔" حوالہ : حقیقت اسماعیلیہ یا اسماعیلی طریقت از اکبر علی ، مہر علی مترجم سید تنظیم حسین مطبوعہ ادارہ مطبوعات تکبیر کراچی ، صفحہ 106۔

☆ گنان نمبر 35 ، صفحہ 40 ، از پیر صدر الدین اسماعیلی سرکاری پبلی کیشنز کے مطابق " جس کو شاہ علی ( امام حاضر ) کا دیدار نصیب ہوا اس کو کوئی جسمانی تکلیف نہیں پہنچے گی اور آواگون کے دوران جتنے بھی گناہ جمع ہوئے تھے وہ سب معاف ہو جائیں گے اور وہ ساتویں آسمان پر فائز ہوگا۔ "

☆ آغا خانی عقائد کے داعی ابو علی کہتے ہیں بحوالہ حقیقت اسماعیلیہ یا اسماعیلی طریقت از اکبر علی ، مہر علی مترجم سید تنظیم حسین مطبوعہ ادارہ مطبوعات تکبیر کراچی ، صفحہ 106 ، " عبادت ( نماز ) میں قبلہ کی جانب رخ کرنا اسلام کا بنیادی اصول نہیں ہے بلکہ سنت ہے "۔ ( معاذ اللہ )

حرف آخر

وطن عزیز کے حصول کے فوراً ہی بعد ہم نے اپنا راہبر انہیں چن لیا جو مسلمان ہوتے ہوئے بھی اللہ کے سوا اپنے لئے سہارے ڈھونڈنے و اپنانے میں لگ گئے ۔ اس مملکت خداداد کے نظریہ سے اس روز ہی بغاوت کھل کر سامنے آگئی تھی جب اس کا نام صرف پاکستان کی بجائے اسلامی جمہوریہ پاکستان رکھ دیا گیا ، اہل دانش جانتے ہیں کہ ' اسلام ' اور دور حاضر کی معروف ' جمہوریت ' دو مخالف سمتوں کی طرح الگ ہیں ۔ اگر بات یہیں تک رہتی تو بھی خیر تھی مگر گزشتہ ساٹھ برسوں میں ہم نے جسطرح اغیار کو اپنا والی و مدد گار مانتے ہوئے قربانیاں دیں ، اسکی نظیر دنیا کی تاریخ میں شائد ہی کہیں ملتی ہو۔ یہی وجہ ہے کہ آج ہم سیاسی ، سماجی ، معاشی اور اب تعلیمی میدان میں بھی اپنے نظریہ و تہذیب سے دور ایسے مقام پر پہنچ چکے ہیں کہ ہر سراب کو منزل جان کر بھاگے چلے جاتے ہیں اور مزید بے سمتی کا شکار ہوئے جاتے ہیں۔

ہر قوم و ملک اپنی ذاتی حیثیت ، اقدار و تہذیب کو قائم رکھنے کیلئے اپنی زبان و تعلیم کو اپنی روح کی طرح اپنی جان میں محفوظ رکھتی ہے ، قومی زبان کی قربانی تو ہم بہت پہلے ہی دے چکے اب تعلیم سے بھی تہی دامن ہونے کو ہیں۔ مسلمان ہونے کے ناطے عربی کی فضیلت ہم سے بہتر کون جان سکتا ہے مگر اپنی تقریباً چودہ سو سالہ تاریخ کی آخری صدی میں ہم نے اپنے نصاب پر پہلا وار ہی عربی پر کیا پھر بہت ہی تیزی کیساتھ دینیات کو اسلامیات میں بدل دیا ۔
آج شیطان کا مہلک ترین ہتھیار " میڈیا " اپنی ساخت کے اعتبار سے ، عمومی شر کیساتھ کہیں کہیں خیر بھی نکال باہر پھینکتا ہے اور قوموں یا ملکوں کا کوئی خوش نما دھوکہ ہو کوئی میٹھا زہر ہو ، چند ہی دنوں ہفتوں میں طشت از بام ہو جاتا ہے ۔ آج نہ دشمن چھپا رہ پاتا ہے نہ دوست ۔ آج تاریخ کے پنوں پر لکھی وہ سوچیں بھی

عیاں ہیں کہ اسلام کا مقابلہ دیگر تمام مذاہب و اقوام کو مل کر کرنا ہوگا ۔ نپولین کا وہ اعلان بھی واضح ہے کہ '' مسلمان ملکوں میں مقامی لوگوں کو مقامی لوگوں سے مرواؤ Natives to kill natives ''۔ آج ہم یہ بھی جانتے ہیں کہ عراق پر قبضے سے ایک سال پیشتر جون 2002ء میں عراقیوں کیلئے امریکہ نے درسی کتب تیار کر لی تھیں اور 10 اپریل 2003ء کو بغداد پر علامتی کنٹرول حاصل کرنے کے آدھے گھنٹے کے بعد ہی امریکہ نے عراق کیلئے جاری کی جانے والی سب سے پہلی امداد عراقی نظام تعلیم سے منسلک کی تھی۔ گزشتہ دہائیوں میں یہود و نصاری کی ہمارے نظام تعلیم میں بڑھتی ہوئی دلچسپیاں بھی کسی سے پوشیدہ نہیں ۔

سوال یہ ہے کہ آخر کیوں ؟ آخر کیوں وہ اپنے وسائل اپنے عوام کی بجائے ہم پر ( جو انکی نظر میں آج بھی تھرڈ ورلڈ سے تعلق رکھتے ہیں ) خرچ کرنے پر کمر بستہ دکھائی دیتے ہیں ؟ کیا وہ ہم سے بڑھ کر ہمارے مخلص و دوست ہیں ؟ قرآن ہمیں اس کا جواب واضح و موثر انداز میں دو ٹوک دیتا ہے کہ وہ ہمارے دوست نہیں ۔ اور ظاہر ہے جو دوست ہی نہ ہو اس میں اخلاص بھی کیوں ہو گا ۔ خدارا ! اللہ کے کلام کو مذاق یا جھوٹ نہ گردانیں ( معاذ اللہ ) اور اگر ہم کہیں شدید گمراہی کا شکار ہو ہی گئے ہیں تو ان یہود و نصاری کے ایک نمائندے ' لارڈ میکالے 'کا فرمان ہی سن کر عقل کے ناخن لے لیں کہ '' ہمیں ان اقوام پر اپنی حکمرانی مضبوط کرنے کیلئے بھورے انگریز چاہئیں جن کے نام اور شکلیں تو مقامی لوگوں جیسی ہوں ، لیکن وہ کام ہمارے لیئے کریں۔ ''

اب آغا خان بورڈ کے تحت ایسی فصل تیار کرنے کی تیاری کر لی گئی ہے جو خود کو مسلمان سمجھنے کے باوجود اپنے ہی نشتر سے اسلام کی وہ چیر پھاڑ کریں کہ جو آج تک مغربی استعمار بھی نہ کر سکا۔ یہاں ایک اور پہلو بھی عیاں کرنا ضروری ہے کہ ایک طرف تو امریکہ آغا خان فاونڈیشن کی امداد جاری رکھے ہوئے ہے اور دوسری طرف وفاقی تعلیمی بورڈ ، جو سب سے پہلے آغا خان فاؤنڈیشن کے سپرد کر دیا گیا ہے مگر قوم کا درد رکھنے والوں کی کچھ مزاحمت ابھی جاری ہے ، صرف اسلا آباد اور بیرون پاکستان اربوں روپے کی جائیداد رکھتا ہے ، وہ بھی آغا خان فاؤنڈیشن کے زیر استعمال ہوگی اور اسکے علاوہ پاکستان کے 23 تعلیمی بورڈ کے اثاثہ جات کئی ارب سے تجاوز کر جاتے ہیں ، جنہیں رفتہ رفتہ آغا خان فاؤنڈیشن جیسے مگر مچھ کے منہ میں دھکیلا جا رہا ہے ۔

یہاں یہ امر بھی قابل ذکر ہے کہ آغا خان بورڈ کو ہر سال نصاب میں دس فیصد تبدیلی کا اختیار دیا گیا ہے اسطرح دس سال میں پورے کا پورا نصاب تبدیل ہو جائے گا ، جبکہ ایک طرف یہ کہا جا رہا ہےکہ یہ صرف ایک امتحانی بورڈ ہے تو پھر یہ نصاب کی تبدیلی کیوں ؟

مسلمانوں کیلئے حاکم اللہ ہے ، آج مغرب کی چکا چوند کا پیچھا کرتے ہوئے ہم نے حاکمیت کا تصور کہیں بادشاہت تو کہیں جمہوریت کے نام لیکر اپنے حکمرانوں کے حق میں بدل ڈالا ہے۔ ہمارا اپنا ایک معاشی نظام ہے ، آج ہم اپنے نظام سے بیزار ہوکر مغربی طرز سرمایہ کاری کو اپنا بیٹھے ہیں ۔ ہمارے اجتماعی معاملات میں اللہ کے بندے ہونے کے ناطے مساوات و برابری ہماری بنیاد تھی ، آج یہود و نصاری کی حصول دنیا کی میراتھن میں اتر کر ہم یہ بھی بھول بھال گئے۔ ہمارا دین ہمیں ایک ایسا مربوط نظام حیات عطا کرتا ہے جو ہماری انفرادی و اجتماعی تمام معاملات میں رہنمائی دیتا ہے ۔ مغربی استعمار کو آج ہم پر خود آکر حکمرانی کرنے کی کوئی ضرورت نہیں ، ہماری سیاست کی بساط وہ اپنے گھر بیٹھ کر ترتیب دیتا ہے ۔ ہماری معیشت وہ اپنے بینکوں و دیگر مالیاتی نظاموں سے بناتا بگاڑتا ہے ۔ رہ گئے ہمارے اجتماعی معاملات تو ملٹی نیشنل کمپنیوں کے جال ہمیں آسائیشوں کی ایسی وادی میں بھٹکا دیتے ہیں کہ ہم اپنے آپ سے آگے کچھ سوچ ہی نہیں پاتےاور مساوات کا صرف نعرہ ہی رہ جاتا ہے یوں مغربی استعمار نے ہم سے اجتماعیت تو پہلے ہی چھین لی تھی ، اب انفرادی مسلمانیت کے خاتمہ کیلئے نئی نسل کی پرورش و عقائید کا علم بھی ہم نے مشرکوں کے ہاتھوں میں دے دیا ہے۔

لہذا کرنے کا کام یہ ہے کہ ہر شخص اپنی اپنی سطح پر رہتے ہوئے اپنے عقائد اپنی تہذیب سے چمٹا رہے اور دوسروں میں یہی شعور بیدار کرنے کی کوشش جاری رکھے۔ قرآن و سنت سے ناطہ مضبوط کرے اور جیسے کہ اقبالؒ نے فرمایا کہ '' فرد قائم ربط ملت سے ہے تنہا کچھ نہیں '' اپنی انفرادیت کو اجتماعیت کی شکل دے تاکہ اغیار کی جانب سے اٹھنے والے طوفانوں میں سیسہ پلائی ہوئی دیوار بن سکے۔

اس مضمون کی تیاری میں درج ذیل سے مدد لی گئی ، ان تمام لوگوں کی کوششوں کو اللہ تعالی انکے حق میں صدقۂ جاریہ بنا دے اور ان کیلئے اپنے قرب کا ذریعہ بنا دے اور ہمیں ان کی کوششوں سے استفادہ حاصل کرنے کی توفیق عطا فرمائے ۔ ( امین )


☆ روزنامہ اسلام ، ہمقدم ، انٹرنیٹ
☆ آغا خان ڈیویلپمنٹ نیٹ ورک کا کتابچہ
☆ دی گزٹ آف پاکستان
☆ www.rand.org
☆ روزنامہ نوائے وقت مورخہ 11 اکتوبر 2004ء
☆ قومی اخبارات میں چھپنے والے مختلف تبصرے
☆ اسلامک ریسرچ اکیڈمی ، کراچی کے تعاون سے شائع شدہ کتابچہ ' پاکستان میں تعلیم آغا خان کے حوالے ' ، جسے ادارہ مطبوعہ طلبہ کراچی نے شائع کیا۔